Akshardhara Research Journal
Single Blind Peer-Reviewed & Refereed International Research Journal
E ISSN -3048-8095 / Bimonthly / SJIF Impact- 3.4 September-October 2025 / VOL -02 ISSUE-II

25

دربار اور خانقاہ کا سنگم: امیر خسرو کی فکر میں ہندوستانی تہذیب کی تشکیل

ڈاکٹر مدثر علی مسعود علی،
اسسٹنٹ پروفیسر -شعبہ اردو،
مدھوکرراؤپوار کلامہاودیالیہ، مرتیجاپور،
ضلع آکولہ، (مہاراشٹر -انڈیا)

خلاصہ:
یہ تحقیقی مقالہ امیر خسرو کی شخصیت اور فن کے روایتی مطالعے کو چیلنج کرتا ہے جو انہیں محض ایک درباری شاعر یا ایک صوفی بزرگ کے طور پر دیکھتا ہے۔ مقالے کا بنیادی مقدمہ یہ ہے کہ خسرو کا اصل تخلیقی جوہر ان دو بظاہر متضاد دنیاؤں، دہلی سلطنت کے دربار کی مادی سیاست اور حضرت نظام الدین اولیاء کی خانقاہ کی روحانی بصیرت کے درمیان ایک شعوری مکالمہ قائم کرنے میں پوشیدہ ہے۔ اس تحقیق میں متنی اور تاریخی تجزیے کا طریقہ کار اپناتے ہوئے خسرو کی تاریخی مثنویوں (مثلاً قران السعدین)، ان کی صوفیانہ غزلوں، اور بالخصوص مثنوی "نہ سپہر" کا گہرائی سے جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ تجزیہ ظاہر کرتا ہے کہ خسرو نے کس طرح درباری شاعری کی اصناف کو محض مدح سرائی سے بلند کر کے تاریخ نویسی اور تہذیبی عکاسی کا ذریعہ بنایا۔ اسی طرح، ان کی شاعری میں عشقِ مجازی اور عشقِ حقیقی کے امتزاج نے ایک آفاقی پیغام کو جنم دیا۔ "نہ سپہر" کے خصوصی مطالعے سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ خسرو نے مذہب اور نسل کی تفریق سے بالاتر ہو کر "ہندوستان" کا ایک جامع اور سیکولر تصور پیش کیا، جو ان کے درباری تجربے اور صوفیانہ انسان دوستی کا حسین امتزاج ہے۔ تحقیق کا حتمی نتیجہ یہ ہے کہ خسرو محض ایک شاعر نہیں، بلکہ ایک "تہذیبی ثالث" اور مفکر تھے جنہوں نے ہندوستان کی مشترکہ ثقافت کا اولین جامع نظریاتی منشور پیش کیا۔ ان کا فن دربار اور خانقاہ کے سنگم پر جنم لینے والی ایک منفرد ہندوستانی شناخت کا سب سے بڑا تخلیقی اظہار ہے۔

کلیدی الفاظ : امیر خسرو، دربار اور خانقاہ، مشترکہ تہذیب، نہ سپہر، تصوف، ہندوستانیت۔

باب اول: تمہید: تحقیق کا تعارف اور منہج

الف: موضوع کا پس منظر: ایک تہذیبی سنگم

تیرہویں صدی عیسوی کا ہندوستان سیاسی اور تہذیبی تبدیلیوں کا مرکز تھا، جہاں دہلی سلطنت کے دربار اور چشتیہ صوفیاء کی خانقاہیں دو متوازی طاقتوں کے طور پر موجود تھیں۔ اسی عہد میں امیر خسرو (1253ء-1325ء) کی ہمہ جہت شخصیت ابھری، جو بیک وقت شاہی دربار کے ملک الشعراء بھی تھے اور حضرت نظام الدین اولیاء کے مریدِ خاص بھی۔ خسرو کی یہی دوہری حیثیت (درباری اور صوفی) ہمیشہ سے محققین کی توجہ کا مرکز رہی ہے، لیکن اکثر ان دونوں پہلوؤں کو الگ الگ خانوں میں رکھ کر دیکھا گیا ہے۔

ب: تحقیقی مسئلہ اور استدلال

امیر خسرو پر مولانا شبلی، وحید مرزا اور سنیل شرما جیسے محققین کا کام انتہائی قابل قدر ہے، تاہم ایک سوال پر مزید تحقیق کی گنجائش ہے: خسرو کی شخصیت میں درباری اور صوفیانہ عناصر کے مابین کیا رشتہ تھا؟ یہ مقالہ اس عمومی تاثر کو چیلنج کرتا ہے جو انہیں محض ایک کامیاب درباری یا کامل صوفی کے طور پر پیش کرتا ہے۔

مرکزی استدلال : یہ تحقیق استدلال پیش کرتی ہے کہ امیر خسرو کا فن دراصل ان دو متضاد نظر آنے والے جہانوں (دربار اور خانقاہ) کے درمیان ایک شعوری اور تخلیقی مکالمے کا نام ہے۔ انہوں نے دربار کی مادی حقیقتوں کو خانقاہ کی روحانی بصیرت سے ہم آہنگ کر کے ایک ایسا جامع تہذیبی بیانیہ تشکیل دیا جس نے مستقبل کی "ہندوستانیت" کے لیے فکری اساس فراہم کی۔

ج: تحقیقی سوالات اور منہجِ تحقیق

اس مقالے کے بنیادی سوالات یہ ہیں: خسرو نے دربار اور خانقاہ میں توازن کیسے قائم کیا؟ ان کے درباری کلام پر صوفیانہ عقائد کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟ اور ان کی تحریروں میں "ہندوستان" کا تصور کیسے تشکیل پایا؟

ان سوالات کے جوابات کے لیے اس تحقیق میں متنی تجزیہ اور تاریخی سیاق و سباق کا طریقہ کار اپنایا جائے گا۔ مقالے کے آئندہ ابواب میں خسرو کے سیاسی و روحانی پس منظر، ان کے درباری و صوفیانہ کلام، اور بالخصوص مثنوی "نہ سپہر" کا تنقیدی جائزہ پیش کیا جائے گا تاکہ مرکزی استدلال کو ثابت کیا جا سکے۔

باب دوم: خسرو کا عہد: دربار کی سیاست اور خانقاہ کی روحانیت

الف: دو دنیاؤں کا سنگم

تیرہویں صدی کی دہلی دو متضاد مراکزِ طاقت کا شہر تھا: ایک طرف سیاسی اقتدار کا مرکز، یعنی دہلی سلطنت کا دربار، اور دوسری طرف حضرت نظام الدین اولیاء کی روحانی خانقاہ۔ امیر خسرو کی زندگی اور فن انہی دو دنیاؤں کے سنگم پر پروان چڑھے، جہاں انہوں نے سیاسی حقیقت پسندی اور روحانی آدرش پرستی کے درمیان ایک تخلیقی رشتہ قائم کیا۔

ب: سیاسی افق: عدم استحکام اور تہذیبی ارتقاء

©Copyright 2024 ADRJ. All Rights Reserved

Akshardhara Research Journal
Single Blind Peer-Reviewed & Refereed International Research Journal
E ISSN -3048-8095 / Bimonthly / SJIF Impact- 3.4 September-October 2025 / VOL -02 ISSUE-II

سیاسی طور پر یہ شدید افراتفری کا دور تھا۔ منگول حملوں کے مستقل خطرے اور تخت نشینی کی خونی سازشوں کے بیچ دہلی سلطنت اپنی بقا کی جنگ لڑ رہی تھی۔ اسی بحران نے دہلی کو وسط ایشیا سے ہجرت کر کے آنے والے اہلِ علم و فن کا مرکز بھی بنا دیا، جس سے ایک نئی ہند-فارسی ثقافت نے جنم لیا۔ امیر خسرو نے سات بادشاہوں کے اس پُر آشوب دور میں نہ صرف کامیابی سے اپنا مقام برقرار رکھا، بلکہ اس سیاسی تجربے کو اپنے فن کی بنیاد بنایا۔

ج: روحانی مرکز: چشتیہ خانقاہ کا فیضان

دربار کی بے یقینی اور مادی چکاچوند کے برعکس، حضرت نظام الدین اولیاء کی چشتیہ خانقاہ روحانی سکون، برابری اور عوامی خدمت کا محور تھی۔ یہاں مذہب و ملت کی تفریق کے بغیر سب کے لیے دروازے کھلے تھے اور سیاست سے دوری اور سماع (موسیقی) کے ذریعے محبت کا پیغام عام تھا۔ یہ خانقاہ دربار کے جاہ و جلال کے مقابلے میں ایک طاقتور اخلاقی مرکز کی حیثیت رکھتی تھی، جس نے خسرو کی شخصیت کو گہرائی اور سوز عطا کیا۔

د: دربار اور خانقاہ کا رشتہ اور خسرو کا کردار

سلطنت اور خانقاہ کے تعلقات اکثر کشیدہ رہتے تھے، کیونکہ سلاطین صوفیاء کا روحانی اثر و رسوخ اپنی حکومت کو مشروعیت بخشنے کے لیے چاہتے تھے، جب کہ چشتی بزرگ ریاستی مداخلت سے گریزاں تھے۔ امیر خسرو اسی کشمکش کے مرکز میں کھڑے تھے۔ وہ اپنی بقا اور سماجی مرتبے کے لیے دربار سے وابستہ تھے، مگر اپنی روح کی تسکین اور تخلیقی الہام کے لیے خانقاہ کے عقیدت مند تھے۔ یہی وہ بنیادی دوہرا پن ہے جو ان کے فن کو وہ گہرائی اور وسعت عطا کرتا ہے جو انہیں اپنے تمام ہم عصروں سے ممتاز کرتی ہے۔

باب سوم: دربار کا شاعر یا تاریخ کا مؤرخ؟

الف: مدح سرائی سے بڑھ کر

امیر خسرو کی درباری حیثیت محض مدح سرائی تک محدود نہ تھی۔ انہوں نے درباری شاعری کی روایات کو وسعت دیتے ہوئے اسے تاریخ نویسی، تہذیبی عکاسی اور سیاسی تبصرے کا ذریعہ بنایا اور ایک "شاعر مورخ (Poet-Historian)" کا منفرد کردار ادا کیا۔ ان کے قصائد صرف تعریف و توصیف نہیں، بلکہ اپنے مربی سلاطین کے سیاسی نظریات اور سرکاری بیانیے کا منظوم عکس ہیں۔

ب: تاریخی مثنوی کی ایجاد اور اس کا استعمال

خسرو کا سب سے بڑا کارنامہ تاریخی مثنوی کی ایجاد ہے۔ انہوں نے اس صنف کو رومانوی قصوں کے دائرے سے نکال کر اپنے عہد کے حقیقی واقعات کو قلم بند کرنے کے لیے استعمال کیا۔ ان کی پانچ تاریخی مثنویاں اس کی بہترین مثال ہیں:

"قران السعدین" محض ایک سیاسی واقعے کا بیان نہیں بلکہ تیرہویں صدی کی دہلی کی ایک متحرک تہذیبی تاریخ ہے۔

"دول رانی-خضر خاں" ایک شاہی عشقیہ داستان کو انسانی المیے (Tragedy) کی شکل دیتی ہے، جو شاہی کرداروں کو انسانی کمزوریوں کے ساتھ پیش کرنے کی ان کی فنکارانہ جرأت کا ثبوت ہے۔

"نہ سپہر" اور "تغلق نامہ" میں ان کا تاریخی شعور اپنے عروج پر نظر آتا ہے، جہاں وہ واقعات کے ساتھ ساتھ ان کے تہذیبی اور سیاسی پس منظر کا بھی گہرائی سے تجزیہ کرتے ہیں۔

ج: نتیجہ: تہذیب کا وقائع نگار

مختصراً، خسرو نے درباری منصب کو استعمال کرتے ہوئے خود کو محض ایک شاعر نہیں، بلکہ تاریخ اور تہذیب کے ایک دیانت دار وقائع نگار کے طور پر قائم کیا۔ ان کی وفاداری سلطان کے ساتھ ساتھ اپنی سرزمین، اس کی تہذیب اور اس کی تاریخ سے بھی تھی، جس نے ان کے درباری کلام کو دائمی اہمیت عطا کی۔

باب چہارم: خانقاہ کا نغمہ گر: خسرو کی صوفیانہ شاعری

الف: عشق کا روحانی مرکز

خسرو کی شاعری کا حقیقی جوہر دربار میں نہیں، بلکہ حضرت نظام الدین اولیاء کی خانقاہ میں تشکیل پایا۔ مرشد سے ان کا تعلق محض مریدانہ نہیں، بلکہ گہرے عشق اور فنائیت کا تھا، جس نے ان کے پورے تخلیقی وجود کو بدل کر رکھ دیا۔ حضرت نظام الدین اولیاء انہیں "ترک اللہ" کہتے تھے اور اپنی روحانی میراث کا امین سمجھتے تھے۔ یہی والہانہ رشتہ خسرو کی صوفیانہ شاعری کا مرکزی محور اور دائمی الہام بنا۔

ب: عشق کا اظہار: فارسی اور ہندوی میں

خسرو نے عشق کے آفاقی تصور کو دو زبانوں میں بیان کیا۔ ان کی فارسی غزلوں میں عشقِ مجازی (انسانی محبت) اور عشقِ حقیقی (الٰہی محبت) اس طرح باہم پیوست ہیں کہ ان کا محبوب بیک وقت دنیوی بھی ہے، روحانی (مرشد) بھی، اور الوہی بھی۔ ان کا مشہور شعر "کافر عشقم، مسلمانی مرا درکار نیست" اسی وحدت الوجودی کیفیت کا ترجمان ہے جہاں عشق تمام ظاہری حدود سے ماورا ہو جاتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی، انہوں نے خانقاہ کے گہرے روحانی پیغامات کو عوام تک پہنچانے کے لیے مقامی بولی "ہندوی" کا استعمال کیا۔ ان سے منسوب گیت اور دوہے، جیسے "چھاپ تلک سب چھینی رے موسے نیناں ملائیکے"، پیچیدہ صوفیانہ تصورات (مثلاً فنافی الشیخ) کی انتہائی سادہ اور پُراثر عوامی تشریح ہیں۔

ج: قوالی: روحانیت کا عوامی اظہار

خسرو نے چشتیہ روایتِ "سماع" (موسیقی) کو "قوالی" کی فنی شکل دے کر اسے بامِ عروج پر پہنچایا۔ فارسی اور ہندوی کلام کو ملا کر انہوں نے ایسے نغمے تخلیق کیے جنہوں نے صوفیانہ پیغام کو خواص کی محفلوں سے نکال کر عوام کے دلوں میں بسا دیا۔

د: نتیجہ: دلوں کو جوڑنے والا فنکار

©Copyright 2024 ADRJ. All Rights Reserved

Akshardhara Research Journal
Single Blind Peer-Reviewed & Refereed International Research Journal
E ISSN -3048-8095 / Bimonthly / SJIF Impact- 3.4 September-October 2025 / VOL -02 ISSUE-II

خسرو کی صوفیانہ شاعری ان کے محض درباری شاعر ہونے کے تاثر کی نفی کرتی ہے۔ یہ ان کی شخصیت کے اس حقیقی جوہر کو سامنے لاتی ہے جو محبت، انسان دوستی اور روحانیت پر مبنی تھا۔ ان کا کلام ایک تہذیبی پل ہے جو خواص کو عوام سے، انسان کو انسان سے، اور بندے کو خدا سے جوڑتا ہے۔

باب پنجم: ہندوستان کا تہذیبی بیانیہ: مثنوی 'نہ سپہر' کا خصوصی مطالعہ

الف: وطن پرستی کا منشور

امیر خسرو کی مثنوی "نہ سپہر" (1318ء)، اگرچہ سلطان مبارک شاہ خلجی کی مدح میں لکھی گئی ایک درباری تصنیف ہے، لیکن اس کی اصل اہمیت اس کے تیسرے باب میں ہے جو مکمل طور پر "در ستائشِ ہندوستان" (ہندوستان کی تعریف میں) کے لیے وقف ہے۔ یہ حصہ خسرو کو ایک درباری شاعر سے کہیں آگے بڑھا کر ہندوستان کے پہلے "قومی شاعر" اور تہذیبی نظریہ ساز کے مقام پر فائز کرتا ہے۔

ب: ہندوستان کی برتری: عقلی اور جذباتی دلائل

خسرو محض جذباتی نعروں کے بجائے ہندوستان کی عظمت کو ثابت کرنے کے لیے عقلی دلائل پیش کرتے ہیں۔ وہ ہندوستان کو اپنی جائے پیدائش اور جنتِ ارضی قرار دینے کے علاوہ علم و حکمت کا مرکز ثابت کرتے ہیں۔ وہ فخریہ انداز میں کہتے ہیں کہ دنیا علم سیکھنے ہندوستان آتی ہے اور یہاں کے علوم جیسے ہندسہ (ریاضی)، شطرنج، اور منطق بے مثال ہیں۔ وہ ہندوستان کی لسانی ثروت کا اعتراف کرتے ہوئے سنسکرت کو ایک عظیم زبان قرار دیتے ہیں، جو فارسی کے درباری شاعر کے لیے ایک غیر معمولی دعویٰ تھا۔

ج: تہذیبی شمولیت کا تصور

"نہ سپہر" کی سب سے انقلابی فکر خسرو کا جامع اور سیکولر تصور "ہندوستان" ہے۔ ان کا بیانیہ کسی ایک مذہب یا قوم تک محدود نہیں، بلکہ اس سرزمین کے تمام باشندوں کی مشترکہ میراث کا جشن ہے۔ وہ برہمنوں کے علم اور ہندوؤں کی رسوم میں پوشیدہ وفاداری جیسے پہلوؤں کی تعریف کرتے ہیں، جو ان کی چشتیہ صوفی تربیت اور "صلحِ کل" کے نظریے کا براہِ راست عکاس ہے۔

د: نتیجہ: درباری منصب اور ہندوستانی روح کا امتزاج

"نہ سپہر" میں خسرو کی شخصیت کے درباری اور صوفیانہ پہلو مکمل طور پر یکجا ہو جاتے ہیں۔ دربار نے انہیں اپنی بات کہنے کا پلیٹ فارم مہیا کیا، جب کہ خانقاہ نے انہیں وہ وسیع النظری عطا کی جس سے انہوں نے ایک شمولیتی (inclusive) وطن کا تصور پیش کیا۔ یہ مثنوی خسرو کا شاہکار ہی نہیں، بلکہ ہندوستان کی مشترکہ تہذیب کا پہلا جامع منشور بھی ہے، جو انہیں "طوطیِ ہند" سے بڑھ کر "عندلیبِ ہند" ثابت کرتا ہے۔

یقیناً، پیشِ خدمت ہے تحقیقی مقالے کا آخری حصہ، "خاتمہ"، جسے اصل متن کے نصف الفاظ میں اختصار کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے۔

خاتمہ: نتائج اور عصری معنویت

الف: تحقیق کا ماحصل

اس تحقیق کا بنیادی نتیجہ یہ ہے کہ امیر خسرو کی شخصیت اور فن دربار اور خانقاہ کے دو متضاد جہانوں کا محض مجموعہ نہیں، بلکہ ان کے درمیان ایک تخلیقی مکالمے کا نام ہے۔ انہوں نے درباری منصب کو تاریخ نویسی اور تہذیبی عکاسی کے لیے استعمال کیا، جبکہ خانقاہ کی روحانیت نے ان کے کلام کو آفاقی محبت اور انسان دوستی کا جوہر عطا کیا۔ ان کی غزلوں میں عشق کے مجازی اور حقیقی رنگ باہم پیوست ہیں اور ان کی مثنوی "نہ سپہر" ہندوستان کی مشترکہ تہذیب اور سیکولر وطنیت کا پہلا جامع منشور ہے۔ خسرو نے متضاد عناصر کو ملا کر ایک ایسا فن تخلیق کیا جو بیک وقت سیاسی، روحانی اور تہذیبی تھا۔

ب: علمی اہمیت اور مستقبل کی تحقیق

یہ تحقیق امیر خسرو کو محض ایک درباری یا صوفی شاعر کے طور پر دیکھنے کے بجائے ایک "تہذیبی ثالث (Cultural Mediator)" کے طور پر پیش کرتی ہے جس نے اقتدار اور عوام کے درمیان پل کا کام کیا۔ یہ انہیں جنوبی ایشیا میں "مشترکہ تہذیب" کے اولین نظریہ ساز کے طور پر قائم کرتی ہے۔ مستقبل میں ان کی نثری تصنیف "اعجازِ خسروی" اور موسیقی میں ان کی خدمات پر مزید تحقیق کی وسیع گنجائش موجود ہے۔

ج: عصری معنویت

آج کے منقسم دور میں، امیر خسرو کا پیغام پہلے سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ ان کا فن اور فکر ہمیں سکھاتی ہے کہ تہذیبی تنوع (diversity) ایک طاقت ہے، کمزوری نہیں۔ ان کی زندگی اس بات کا ثبوت ہے کہ سچا فن نفرت نہیں، محبت کے گیت گاتا ہے اور انسانوں کو جوڑنے کا کام کرتا ہے۔ خسرو محض ماضی کا ایک عظیم شاعر نہیں، بلکہ ایک روشن اور متحدہ مستقبل کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

کتابیات :

الف: اردو اور فارسی مآخذ

1. برنی، ضیاء الدین۔ *تاریخ فیروز شاہی*۔ (ترجمہ و تدوین: شیخ اکرام)۔ لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1999۔
2. خسرو، امیر۔ *قران السعدین*۔ (مترجم و مدون: سید حسن عسکری)۔ پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، 1976۔
3. خسرو، امیر۔ *نہ سپہر*۔ (ترمیم و تدوین: محمد وحید مرزا)۔ کلکتہ: اسلامک ریسرچ ایسوسی ایشن سیریز، 1948۔
4. شیرانی، حافظ محمود۔ *پنجاب میں اردو*۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، 2004۔
5. مرزا، محمد وحید۔ *امیر خسرو: حیات اور شاعری*۔ (مترجم: نثار احمد فاروقی)۔ نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، 2004۔
6. نظامی، خلیق احمد۔ *حضرت نظام الدین اولیاء کی زندگی اور تعلیمات*۔ دہلی: دہلی یونیورسٹی پبلی کیشنز، 1992۔

©Copyright 2024 ADRJ. All Rights Reserved

Akshardhara Research Journal
Single Blind Peer-Reviewed & Refereed International Research Journal
E ISSN -3048-8095 / Bimonthly / SJIF Impact- 3.4 September-October 2025 / VOL -02 ISSUE-II

7. نعمانی، شبلی۔شعرالعجم،جلددوم۔اعظم گڑھ:دارالمصنفین۔

1. Askari, S.H. "Historical Value of 'Ashiqa' of Amir Khusrau." *Journal of Indian History*, vol. 45, no. 1, 1967, pp. 183-195.
2. Digby, Simon. "The Sufi Shaikh and the Sultan: A Conflict of Claims to Authority in Medieval India." *Iran*, vol. 28, 1990, pp. 71-81.
3. Ernst, Carl W., and Bruce B. Lawrence. *Sufi Martyrs of Love: The Chishti Order in South Asia and Beyond*. New York: Palgrave Macmillan, 2002.
4. Habib, Irfan. "The Political Role of the 'Patriotic' Poet: Amir Khusrau." *Social Scientist*, vol. 38, no. 1/2, 2010, pp. 3-17.
5. Habib, Mohammad. *Hazrat Amir Khusrau of Delhi*. Bombay: D.B. Taraporevala Sons & Co., 1927.
6. Jackson, Peter. *The Delhi Sultanate: A Political and Military History*. Cambridge: Cambridge University Press, 1999.
7. Mirza, Mohammad Wahid. *The Life and Works of Amir Khusrau*. Calcutta: Baptist Mission Press, 1935.
8. Nizami, Khaliq Ahmad. *The Life and Times of Shaikh Nizam-u'd-din Auliya*. Delhi: Idarah-i Adabiyat-i Delli, 1991.
9. Qureshi, Regula Burckhardt. *Sufi Music of India and Pakistan: Sound, Context and Meaning in Qawwali*. Chicago: University of Chicago Press, 1995.
10. Schimmel, Annemarie. *Mystical Dimensions of Islam*. Chapel Hill: University of North Carolina Press, 1975.
11. Sharma, Sunil. *Amir Khusraw: The Poet of Sultans and Sufis*. London: Oneworld Publications, 2005.
12. Sharma, Sunil. "Representing the Indian-Muslim Self in the Indo-Persian Text: Amir Khusraw's *Nuh Sipihr*." In *Forms of Knowledge in Early Modern Asia*, edited by Sheldon Pollock. Durham: Duke University Press, 2011, pp. 91-111.

©Copyright 2024 *ADRJ*. All Rights Reserved